سُورَۃُ الاَعلیٰ

سُورَۃُ الاَعلیٰ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ تِسعَ عَشرَۃَ اٰیَۃً

سورۂ اعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اُنیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی (۱) الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی (۲) وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَہَدٰی (۳) وَ

پاکی بیان کر اپنے رب کے نام کی جو سب سے اُوپر جس نے بنایا پھر ٹھیک کیا اور جس نے ٹھیرا دیا پھر راہ بتلائی اور

الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی (۴) فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحْوٰی (۵) سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓی (۶)

جس نے نکالا چارا پھر کر ڈالا اس کو کوڑا سیاہ البتہ ہم پڑھائیں گے تجھ کو پھر تو نہ بھولیگا

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ۭ اِنَّہٗ یَعْلَمُ الْجَہْرَ وَمَا یَخْفٰی (۷) وَنُیَسِّرُکَ لِلْیُسْرٰی (۸) فَذَکِّرْ

مگر جو چاہے اللہ وہ جانتا ہے پکارنے کو اور جو چھپا ہوا ہے اور سہج سہج پہنچائیں گے ہم تجھ کو آسانی تک سو تو سمجھا دے

اِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی (۹) سَیَذَّکَّرُ مَنْ یَّخْشٰی (۱۰) وَیَتَجَنَّبُہَا الْاَشْقَی (۱۱)

اگر فائدہ کرے سمجھانا سمجھ جائیگا جس کو ڈر ہوگا اور یکسو رہے گا اس سے بڑا بدقسمت

الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی (۱۲) ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْہَا وَلَا یَحْیٰی (۱۳)

وہ جو داخل ہوگا بڑی آگ میں پھر نہ مرے گا اُس میں اور نہ جیئے گا

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی (۱۴) وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی (۱۵) بَلْ تُؤْثِرُوْنَ

بیشک بھلا ہوا اُسکا جو سنورا اور لیا اُسنے نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی کوئی نہیں تم بڑھاتے ہو

الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا (۱۶) وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (۱۷) اِنَّ ہٰذَا لَفِی الصُّحُفِ

دُنیا کے جینے کو اور پچھلا گھر بہتر ہے اور باقی رہنے والا یہ لکھا ہوا ہے پہلے ورقوں

الْاُوْلٰی (۱۸) صُحُفِ اِبْرٰہِیْمَ وَمُوْسٰی (۱۹) ع ۱

میں صحیفوں میں ابراہیم کے اور موسیٰ کے

خُلاصۂ تفسیر

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (اور جو مومن آپ کے ساتھ ہیں) اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح (و تقدیس) کیجئے جس نے (ہر شی کو) بنایا پھر (اس کو) ٹھیک بنایا (یعنی ہر شی کو مناسب طور پر بنایا) اور جس نے (جانداروں کے لئے اُن کے مناسب چیزوں کو) تجویز کیا پھر (اُن جانداروں کو اُن چیزوں کی طرف) راہ بتلائی (یعنی اُن کی طبائع میں ان اشیاء کا تقاضا پیدا کر دیا) اور جس نے (سبز خوشنما) چارہ (زمین سے) نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا (اوّل عام تصرفات مذکور ہیں، پھر حیوانات کے متعلق پھر نباتات کے متعلق، مطلب یہ ہے کہ طاعات کے ذریعہ آخرت کی تیاری کرنا چاہئے جہاں اعمال پر جزا و سزا ہونے والی ہے اور اسی طاعت کا طریقہ بتلانے کے لئے ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور آپ کو اس کی تبلیغ کے لئے مامور کیا ہے سو اس قرآن کی نسبت ہم وعدہ کرتے ہیں کہ) ہم (جتنا) قرآن (نازل کرتے جاویں گے) آپ کو پڑھا دیا کریں گے (یعنی یاد کرا دیا کریں گے) پھر آپ (اُس میں سے کوئی جزء) نہیں بھولیں گے مگر جس قدر (بھلانا) اللہ کو منظور ہو (کہ نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کما قال تعالیٰ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا الخ سو وہ البتہ آپکے اور سب کے ذہنوں سے فراموش کر دیا جاویگا، اور یہ یاد رکھانا اور فراموش کر دینا سب قرین حکمت ہوگا کیونکہ) وہ ہر ظاہر اور مخفی کو جانتا ہے (اس لئے اُس سے کسی چیز کی مصلحت مخفی نہیں، تو جب کسی چیز کا محفوظ رکھنا مصلحت ہوتا ہے محفوظ رکھتے ہیں، اور جب بھلا دینا مصلحت ہوتا ہے تو بھلا دیتے ہیں) اور (جیسا ہم آپکے لئے قرآن کا یاد ہونا آسان کر دیں گے اسی طرح) ہم اس آسان (شریعت کے ہر حکم پر چلنے) کے لئے آپ کو سہولت دیدیں گے (یعنی سمجھنا بھی آسان ہوگا اور عمل بھی آسان ہوگا اور تبلیغ بھی آسان ہو جاوے گی اور مزاحمتوں کو دفع کر دیں گے، اور شریعت کی صفت یُسریٰ لانا بطور مدح کے ہے یا اسلئے کہ وہ سبب یُسر کا، اور جب ہم آپکے لئے وحی کے متعلق ہر کام آسان کر دینے کا وعدہ کرتے ہیں) تو آپ (جس طرح خود تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اُس طرح دوسروں کو بھی) نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو (مگر جیسا کہ ظاہر اور معلوم ہے کہ نصیحت اپنی ذات میں ہمیشہ مفید ہی ہوتی ہے کما قال تعالیٰ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ حاصل یہ ہوا کہ جب نصیحت نفع کی چیز ہے تو آپ نصیحت کرنیکا اہتمام کریں، مگر باوجود اسکے کہ نصیحت اپنی ذات میں نافع و مفید ہے اس سے یہ نہ سمجھئے کہ وہ سب ہی کے لئے مفید ہوگی اور سب ہی اُس کو مان لیں گے بلکہ) وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو (خدا سے) ڈرتا ہے اور جو سخت بد نصیب ہے وہ اُس سے گریز کرتا ہے جو (آخرکار) بڑی آگ میں (یعنی آتش دوزخ میں جو دُنیا کی سب آگوں سے بڑی ہے) داخل ہوگا پھر (اس سے بڑھ کر یہ کہ) نہ اسمیں مر ہی جاوے گا اور نہ (آرام کی زندگی) جئے گا (یعنی جس جگہ نصیحت قبول کرنے کی شرط موجود نہیں ہوتی وہاں اگرچہ اُسکا اثر ظاہر نہ ہو مگر نصیحت فی نفسہٖ نافع و مفید ہی ہے، اور آپ کے ذمہ اُسکے واجب ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔ خلاصہ اول سورت سے یہاں تک کا یہ ہوا کہ آپ اپنی بھی تکمیل کیجئے اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کیجئے کہ ہم آپ کے معاون ہیں

آگے اس کی تفصیل ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے نصیحت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں) بامراد ہوا جو شخص (قرآن سُنکر عقائد باطلہ اور اخلاقِ رذیلہ سے) پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا (مگر اے منکرو تم قرآن سُنکر اسکو نہیں مانتے اور آخرت کا سامان نہیں کرتے) بلکہ تم دُنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ آخرت (دُنیا سے) بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے (اور یہ مضمون صرف قرآن ہی کا دعویٰ نہیں بلکہ) یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے، یعنی ابراہیم و موسیٰ (علیہما السلام) کے صحیفوں میں (روح المعانی میں عبد بن حمید کی روایت سے حدیث مرفوع مذکور ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام پر تورات کے نزول سے پہلے دس صحیفے نازل ہوئے)

معارف و مسائل

مسئلہ۔ علماء نے فرمایا ہے کہ قاری جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى کی تلاوت کرے تو مستحب ہے کہ یہ کہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى، صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، ابو موسیٰ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہی معمول تھا کہ جب یہ سورت شروع کرتے تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہا کرتے تھے (قرطبی) یعنی نماز کے سوا جب تلاوت کریں تو ایسا کہنا مستحب ہے۔

مسئلہ۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ سے روایت ہے کہ جب سورۃ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجعلوھا فی سجودکم یعنی یہ کلمہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى اپنے سجدہ میں کہا کرو

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، تسبیح کے معنی پاک رکھنے اور پاکی بیان کرنے کے ہیں، سبح اسم ربک کے معنی یہ ہیں کہ اپنے رب کے نام کو پاک رکھئے۔ مراد یہ ہے کہ رب کے نام کی تعظیم و تکریم کیجئے اور جب اللہ کا نام لیں تو خشوع خضوع اور ادب کا لحاظ رکھئے، اور ہر ایسی چیز سے اُس کے نام کو پاک رکھئے جو اسکے شایاں نہیں، اسمیں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف ان ناموں سے پکاریئے جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیان فرمائے ہیں یا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو بتلائے ہیں انکے سوا کسی اور نام سے اسکو پکارنا جائز نہیں۔

مسئلہ۔ اسی طرح اس حکم میں یہ بھی داخل ہے کہ جو نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے وہ کسی مخلوق کیلئے استعمال کرنا اس کی تنزیہ و تقدیس کے خلاف ہے اسلئے جائز نہیں (قرطبی) جیسے رحمٰن، رزاق، غفار، قدوس وغیرہ آجکل اس معاملے میں غفلت بڑھتی جا رہی ہے، لوگوں کو ناموں کے اختصار کا شوق ہے، عبدالرحمٰن کو رحمٰن، عبدالرزاق کو رزاق، عبدالغفار کو غفار بے تکلف کہتے رہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اسکا کہنے والا اور سُننے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں، اور یہ گناہ بے لذت رات دن بلا وجہ ہوتا رہتا ہے۔ اور بعض حضرات مفسرین نے اس جگہ اسم سے مراد خود مسمّٰی کی ذات مراد لی ہے اور عربی زبان کے اعتبار سے اس کی گنجائش بھی ہے اور قرآن کریم میں بھی اس معنے کے لئے استعمال ہوا ہے، اور حدیث میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ کو نماز کے سجدے میں پڑھنے کا حکم دیا اُس کی تعمیل میں جو کلمہ اختیار کیا گیا وہ سُبْحَانَ اسم ربک الاعلیٰ نہیں بلکہ سُبحان

رَبِّيَ الْأَعْلَى ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسم اس جگہ مقصود نہیں خود مسمّٰی مراد ہے (قرطبی) واللہ اعلم

تخلیقِ کائنات میں لطیف اور دقیق حکمتیں الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ، یہ سب ربِ اعلیٰ کی صفات کا ذکر ہے جو تخلیقِ کائنات میں اُس کی حکمتِ بالغہ اور قدرتِ کاملہ کے مشاہدہ سے متعلق ہیں، انمیں پہلی صفت خَلَقَ ہے خلق کے معنے محض صنعت گری کے نہیں بلکہ عدم سے بغیر کسی مادہ سابقہ کے وجود میں لانا ہے اور یہ کام کسی مخلوق کے بس میں نہیں صرف حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرتِ کاملہ ہے کہ بغیر کسی سابق مادہ کے جب چاہتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں عدم سے وجود میں لے آتے ہیں۔ دوسری صفت اس تخلیق ہی کیساتھ وابستہ فَسَوَّىٰ ہے جو تسویہ سے مشتق ہے اور اس کے لفظی معنی برابر کرنے کے ہیں اور مراد برابر کرنے سے یہ ہے کہ ہر چیز کو جو وجود عطا فرمایا اسکی جسامت اور شکل و صورت اور اعضاء و اجزاء کی وضع و ہیئت میں ایک خاص تناسب ملحوظ رکھ کر یہ وجود بخشا گیا ہے، انسان اور ہر جانور کو اُس کی ضروریات کے مناسب اعضاء دیئے گئے اور اُن اعضاء کی جسامت اور وضع و ہیئت اُس کی ضروریات کے مناسب بنائی گئی ہیں، ہاتھ پاؤں اور اُن کی اُنگلیوں کے پوروں میں ایسے جوڑ رکھے اور قدرتی اسپرنگ لگائے کہ وہ ہر طرف موڑے توڑے اور تہ کئے جا سکتے ہیں، اسی طرح دوسرے ایک ایک عضو کو دیکھو یہ حیرت انگیز تناسب خود انسان کو خالقِ کائنات کی حکمت و قدرت پر ایمان لانے کیلئے کافی ہے۔

تیسری چیز اسی سلسلے میں فرمائی قَدَّرَ، تقدیر کے معنے کسی چیز کو خاص انداز سے پر بنانے اور باہمی موازنت کے بھی آئے ہیں اور بمعنے قضاء و قدر بھی استعمال ہوتا ہے جس کے معنے ہر چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور خاص تجویز کے ہیں، اس آیت میں یہی معنے مراد ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دُنیا کی چیزوں کو صرف پیدا کر کے اور بنا کر نہیں چھوڑ دیا بلکہ ہر چیز کو کسی خاص کام کے لئے پیدا کیا اور اسکے مناسب اسکو وسائل دیئے اور اُسی کام میں اسکو لگا دیا، غور کیا جائے تو یہ بات کسی خاص جنس یا نوعِ مخلوق کے لئے مخصوص نہیں، ساری ہی کائنات اور مخلوقات ایسی ہیں کہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے خاص خاص کاموں کے لئے بنایا ہے اور اُن کو اُسی کام میں لگا دیا ہے، ہر چیز اپنے رب کی مقرر کردہ ڈیوٹی پر لگی ہوئی ہے۔ آسمان اور اُس کے ستارے، برق و باران سے لیکر انسان و حیوان اور نباتات و جمادات سب میں اسکا مشاہدہ ہوتا ہے کہ جسکو جس کام پر خالق نے لگا دیا ہے وہ اسپر لگا ہوا ہے ؎ ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند | با من و تو مُردہ با حق زندہ اند

خصوصاً انسان اور حیوان کے ہر نوع و صنف کو حق تعالےٰ نے جن خاص خاص کاموں کے لئے پیدا فرمایا ہے وہ قدرتی طور پر اسی کام میں لگے ہوتے ہیں، اُن کی رغبت و شوق سب اُسی کام کے گرد گھومتا ہے ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند | میل اُو را در دلش انداختند

چوتھی چیز یہ فرمائی فَهَدَىٰ یعنی خالقِ کائنات نے جس چیز کو جس کام کے لئے پیدا فرمایا اسکو اسکی ہدایت بھی فرما دی کہ وہ کس کس طرح اس کام کو انجام دے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ہدایت تمام کائنات و مخلوقات کو

شامل ہے آسمان اور آسمانی مخلوقات ہوں یا زمین اور اُس کی مخلوقات کیونکہ ایک خاص قسم کی عقل و شعور اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی دیا ہے گو وہ انسان کے عقل و شعور سے کم ہو جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیت میں ارشاد ہے اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کرکے ایک وجود بخشا پھر اس کو اسکے متعلقہ کام کی ہدایت کردی اسی ہدایتِ عامہ کا اثر ہے کہ آسمان و زمین ستارے اور سیارات پہاڑ اور دریا سب کے سب جس خدمت پر اوّل خلقت سے مامور کردیئے گئے اُس خدمت کو ٹھیک ٹھیک اسی طرح بغیر کسی کمی کوتاہی یا سستی کے بجالاتے ہیں خصوصاً انسان اور حیوانات جن کا عقل و شعور ہر وقت مشاہدہ میں آتا ہے ان میں بھی غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں سے ہر نوع ہر صنف بلکہ ہر ہر فرد کو حق تعالیٰ نے اپنی اپنی ضروریات زندگی حاصل کرنے اور اپنے مخالف چیزوں کو دفع کرنے کے لئے کیسے کیسے دقیق ہنر سکھائے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، انسان تو سب سے زیادہ عقل و شعور والا ہے جنگل کے جانوروں، درندوں، پرندوں اور حشرات الارض کو دیکھو کہ ہر ایک کو اپنی ضروریات زندگی حاصل کرنے اور رہنے بسنے اور اپنی انفرادی اور جنسی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کیسے کیسے ہنر سکھائے ہیں اور یہ سب بلا واسطہ تعلیم خالقِ کائنات کی طرف سے ہے، انھوں نے کسی اسکول کالج میں رہ کر یا کسی اُستاد سے یہ چیزیں نہیں سیکھیں بلکہ یہ سب اسی ہدایتِ عامہ اور تلقینِ ربانی کے ثمرات ہیں جس کا ذکر آیت اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی، اور اس سورت کی قَدَّرَ فَهَدٰی میں فرمایا ہے۔

انسان کو سائنسی تعلیم بھی درحقیقت عطائے ربانی ہے

انسان جس کو حق تعالیٰ نے عقل و شعور سب سے زیادہ مکمل عطا فرمایا اور اس کو مخدوم کائنات بنایا ہے تمام زمین اور پہاڑ اور دریا اور اُن میں پیدا ہونے والی اشیاء، انسان کی خدمت اور اسکے نفع کے لئے پیدا ہوئی ہیں مگر اُن سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا اور مختلف قسم کے منافع حاصل کرنا اور مختلف چیزوں کو جوڑ کر ایک نئی چیز پیدا کرلینا یہ بڑے علم و ہنر کو چاہتا ہے قدرت نے انسان کے اندر فطری طور پر یہ عقل و فہم رکھا ہے کہ پہاڑوں کو کھود کر دریاؤں میں غوطہ لگا کر سیکڑوں معدنی اور دریائی چیزیں حاصل کرلیتا ہے اور پھر لکڑی، لوہے، تانبے، پیتل وغیرہ کو باہم جوڑ کر ان سے نئی نئی چیزیں اپنی ضرورت کی بنالیتا ہے اور یہ علم و ہنر فلاسفہ کی تحقیقات اور کالجوں کی تعلیمات پر موقوف نہیں، ابتدائے دُنیا سے ان پڑھ جاہل یہ سب کام کرتے آئے ہیں، اور یہی فطری سائنس ہے جو حق تعالیٰ نے انسان کو فطرةً بخشی ہے آگے فنی اور علمی تحقیقات کے ذریعہ اس میں ترقی کرنے کی استعداد بھی اسی قدرتِ ربانی کا عطیہ ہے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ سائنس کسی چیز کو پیدا نہیں کرتی بلکہ قدرت کی پیدا کردہ اشیاء کا استعمال سکھاتی ہے اور اس استعمال کا ادنیٰ درجہ تو حق تعالیٰ نے انسان کو فطرةً سکھا دیا ہے، آگے اسمیں فنی تحقیقات اور ترقی کا بڑا وسیع میدان رکھا ہے اور انسان کی فطرت میں اسکے سمجھنے کی استعداد و صلاحیت رکھی ہے جس کے مظاہر اس سائنسی دَور میں روز نئے نئے سامنے آرہے ہیں اور معلوم نہیں آگے اس سے بھی زیادہ کیا کیا سامنے آئے گا غور کرو تو یہ سب ایک لفظ قرآن فَهَدٰی کی شرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان سب کاموں کا راستہ دکھایا، اور

اُس میں اُن کے پورا کرلینے کی استعداد عطا فرمائی مگر افسوس ہے کہ سائنس میں ترقی کرنے والے اس حقیقت سے اور زیادہ ناآشنا بلکہ اندھے ہوتے جارہے ہیں۔

وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی، مرعیٰ کے معنی چراگاہ کے ہیں جہاں چوپائے جانور چرتے ہیں اور غثاء اُس کوڑے کرکٹ کو کہتے ہیں جو پانی کے سیلاب میں اُوپر آجاتا ہے۔ احوی، حوۃ سے مشتق ہے گہری سبزی میں جو ایک قسم کی سیاہی آجاتی ہے اسکو حوت کہتے ہیں، اس آیت میں حق تعالیٰ نے نباتات سے متعلق کچھ اپنی قدرت و حکمت کا بیان فرمایا ہے کہ زمین سے سرسبز گھاس نکالی پھر اسکو خشک کرکے سیاہ رنگ کردیا وہ سرسبزی جاتی رہی، اسمیں انسان کو اسکے انجام کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ جسم کی شادابی خوبصورتی اور چستی چالاکی حق تعالیٰ کا عطیہ ہے مگر انجام کار پھر اس سب کو ختم ہونا ہے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ، سابقہ آیات میں حق تعالیٰ نے اپنی قدرت و حکمت کے چند مظاہر بیان فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے فریضہ پیغمبری کی طرف چند ہدایات دی ہیں اور ہدایات سے پہلے آپ کے کام کو آسان کردینے کی خوشخبری سنائی ہے وہ یہ کہ ابتدا میں جب آپ پر قرآن نازل ہوتا اور جبرئیل امین کوئی آیت قرآن سناتے تو آپ کو یہ فکر ہوتی تھی کہ ایسا نہ ہو کہ الفاظ آیت ذہن سے نکل جائیں اسلئے جبرئیل امین کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ بھی الفاظ قرآن پڑھتے جاتے تھے۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ کام یعنی قرآن کا یاد کرا دینا اپنے ذمہ لے لیا اور آپ کو بے فکر کردیا کہ جبرئیل امین کے چلے جانے کے بعد آیات قرآن کا آپ سے صحیح صحیح پڑھوا دینا پھر اُن کو یاد میں محفوظ کرا دینا ہماری ذمہ داری ہے آپ فکر نہ کریں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فَلَا تَنْسٰٓی اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یعنی آپ قرآن کی کوئی چیز بھولیں گے نہیں بجز اسکے کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت و مصلحت کی بنا پر آپکے ذہن سے بھلا دینا اور محو کر دینا چاہیں، مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بعض آیاتِ قرآن کو منسوخ فرماتے ہیں اسکا ایک طریقہ تو معروف ہے کہ صاف حکم پہلے حکم کے خلاف آ گیا، اور ایک صورت منسوخ کرنے کی یہ بھی ہے کہ اُس آیت ہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں کے ذہنوں سے محو اور فراموش کردیا جائے جیسا کہ نسخ آیات قرآنی کے بیان میں فرمایا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا یعنی ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا آپکے ذہن سے بھلا دیتے ہیں الخ اور بعض حضرات نے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ کے استثناء کا یہ مفہوم قرار دیا ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مصلحت اور حکمت کی بنا پر عارضی طور سے کوئی آیت آپکے ذہن سے بھلا دیں پھر یاد آجائے جیسا کہ بعض روایات حدیث میں ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سورت تلاوت فرمائی جس میں ایک آیت پڑھنے سے رہ گئی، حضرت ابی بن کعبؓ جو کاتب وحی تھے انھوں نے یہ سمجھا کہ شاید یہ آیت منسوخ ہوگئی مگر جب آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ منسوخ نہیں مجھ سے سہواً ترک ہوگئی (قرطبی) تو حاصل اس استثناء کا یہ ہوگا کہ وقتی اور عارضی طور پر کسی آیت کا بھول جانا اور پھر بدستور یاد آجانا اس وعدے کے منافی نہیں، واللہ اعلم

وَنُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰی، لفظی ترجمہ اسکا یہ ہے کہ ہم آپکو طریقہ یُسریٰ کے لئے آسان کردیں گے، طریقہ یُسریٰ سے مراد شریعت اسلام ہے بظاہر مقتضائے مقام یہ تھا کہ یہ فرمایا جاتا کہ ہم اس طریقہ اور شریعت کو آپکے لئے آسان کردیں گے مگر قرآن کریم نے اسکو چھوڑ کر یہ فرمایا کہ ہم آپ کو اس طریقہ کے لئے آسان کردیں گے حکمت اسمیں یہ بتلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو طبعی

اور مادی طور پر ایسا بنا دیں گے کہ شریعت آپکی طبیعت بنجائے اور آپ شریعت کے سانچہ میں ڈھل جائیں۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى، سابقہ آیات میں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپکے فریضہ پیغمبری کے ادا کرنے میں حق تعالیٰ کیطرف سے دی ہوئی سہولتوں کا بیان تھا اس آیت میں آپکو اس فریضہ کی ادائیگی کا حکم ہے اور معنے الفاظ آیت کے یہ ہیں کہ آپ لوگوں کو تبلیغ و نصیحت کیجئے اگر نصیحت نفع دیتی ہو، یہ الفاظ اگرچہ شرط کے آئے ہیں مگر درحقیقت مقصود کوئی شرط نہیں بلکہ اسکا تاکیدی حکم دینا ہے جس کی مثال ہمارے عرف میں یہ ہے کہ کسی شخص کو بطور تنبیہ کے کہا جائے کہ اگر تو آدمی ہے تو فلاں کام کرنا ہوگا یا اگر تو فلاں کا بیٹا ہے تو تجھے ایسا کرنا چاہیئے۔ یہاں مقصود شرط نہیں ہوتی بلکہ اسکا اظہار ہوتا ہے کہ جب تو آدمی زاد ہے یا جبکہ تو فلاں بزرگ یا شریف آدمی کا بیٹا ہے تو تجھ پر یہ کام لازم ہے مطلب یہ ہے کہ نصیحت و تبلیغ کا نافع و مفید ہونا تو متعین اور متیقن ہے اسلئے اس نافع چیز کو آپ کسی وقت نہ چھوڑیں،

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى، تزکّٰی، زکوٰۃ سے مشتق ہے جس کے اصل معنے پاک کردینے کے ہیں مال کی زکوٰۃ کو بھی اسلئے زکوٰۃ کہتے ہیں کہ وہ باقی مال کو انسان کے لئے پاک کردیتی ہے یہاں لفظ تزکّٰی کا مفہوم عام ہے جسمیں ایمانی اور اخلاقی تزکیۂ طہارت بھی داخل ہے اور مال کی زکوٰۃ دینا بھی ہے۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى، یعنی اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اسمیں ہر قسم کی نماز فرض و نفل شامل ہے، بعض مفسرین نے جو خاص نماز عید سے اسکی تفسیر کی ہے وہ بھی اسمیں داخل ہے۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ عام لوگوں نیں دُنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی وجہ یہ ہے کہ دُنیا کی نعمت و راحت تو نقد و حاضر ہے اور آخرت کی نعمت و راحت نظروں سے غائب اور اُدھار ہے حقیقت سے ناآشنا لوگوں نے حاضر کو غائب پر اور نقد کو اُدھار پر ترجیح دیدی جو اُنکے لئے دائمی خسارہ کا سبب بنی، اسی خسارے سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں اور رسُولوں کے ذریعہ آخرت کی نعمتوں، راحتوں کو ایسا واضح کردیا کہ گویا وہ حاضر و موجود ہیں اور یہ بتلا دیا کہ جس چیز کو تم نقد سمجھ کر اختیار کرتے ہو یہ متاع کاسد و ناقص اور بہت جلد فنا ہوجانیوالا ہے عقلمند کا کام نہیں کہ ایسی چیز پر اپنا دل ڈالے اور اُس کے لئے اپنی توانائی صرف کرے اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے آگے ارشاد فرمایا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى،

دُنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والوں کو تنبیہ ہے کہ ذرا عقل سے کام لو کس چیز کو اختیار کررہے ہو اور کس کو چھوڑ رہے ہو دُنیا جس پر تم فریفتہ ہو اوّل تو اسکی بڑی سے بڑی راحت و لذت بھی رنج و غم اور کلفت و مشقت کی آمیزش سے خالی نہیں دوسرے اُسکا کوئی قرار و ثبات نہیں، آج کا بادشاہ کل کا فقیر، آج کا جوان شہ زور کل کا ضعیف و عاجز ہونا رات دن دیکھتے ہو۔ بخلاف آخرت کے کہ وہ ان دونوں عیبوں سے پاک ہے اُس کی ہر نعمت و راحت خیر ہی خیر ہے اور دُنیا کی نعمت و راحت سے اسکو کوئی نسبت نہیں اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ابقٰی ہے یعنی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ انسان ذرا غور کرے کہ اگر اُس کو کہا جائے کہ تمھارے سامنے دو مکان ہیں، ایک عالیشان محل اور بنگلہ تمام ساز و سامان سے آراستہ ہے اور دوسرا ایک معمولی کچا مکان ہے اور یہ سامان بھی اُس میں نہیں تمھیں ہم اختیار دیتے ہیں کہ یا تو یہ بنگلہ لے لو مگر صرف مہینہ دو مہینہ کیلئے اسکے بعد اسے خالی کرنا ہوگا، یا یہ کچا مکان

لیلو جو تمھاری دائمی ملکیت ہوگی تو عقلمند انسان ان دونوں میں کس کو ترجیح دیگا، اسکا مقتضا تو یہ ہے کہ آخرت کی نعمتیں اگر بالفرض ناقص اور دُنیا سے کم درجہ کی بھی ہوتیں مگر اُنکے دائمی ہونے کی وجہ سے وہی قابلِ ترجیح تھیں اور جبکہ وہ نعمتیں دُنیا کی نعمتوں کے مقابلے میں خیر اور افضل اور اعلیٰ بھی ہیں اور دائمی بھی تو کوئی احمق بدنصیب ہی انکو چھوڑ کر دُنیا کی نعمت کو ترجیح دے سکتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى، صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى، یعنی اس سورت کے سب مضامین یا آخری مضمون یعنی آخرت کا بہ نسبت دُنیا کے خیر اور ابقیٰ ہونا پچھلے صحیفوں میں بھی موجود تھا جسکا بیان آگے یہ فرمایا کہ حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں یہ مضمون تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات سے پہلے کچھ صحیفے بھی دیئے گئے تھے وہ مراد ہیں اور ہوسکتا ہے کہ صحفِ موسیٰؑ سے تورات ہی مراد ہو۔

صحفِ ابراہیمی کے مضامین | آجری نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کیا ہے کہ اُنھوں نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے کیسے اور کیا تھے آپ نے فرمایا کہ اُن صحیفوں میں امثالِ عبرت کا بیان تھا، اُن میں سے ایک مثال میں ظالم بادشاہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے لوگوں پر مسلط ہوجانے والے مغرور مبتلیٰ میں نے تجھے حکومت اس لئے نہیں دی تھی کہ تو دُنیا کا مال پر مال جمع کرتا چلا جائے بلکہ میں نے تو تجھے اقتدار اس لئے سونپا تھا کہ تو مظلوم کی بد دُعا مجھ تک نہ پہنچنے دے کیونکہ میرا قانون یہ ہے کہ میں مظلوم کی دُعا کو رد نہیں کرتا اگرچہ وہ کافر کی زبان سے نکلی ہو۔

اور ایک مثال میں عام لوگوں کو خطاب کرکے فرمایا کہ عقلمند آدمی کا کام یہ ہے کہ اپنے اوقات کے تین حصّے کرے ایک حصہ اپنے رب کی عبادت اور اُس سے مناجات کا ہو، دوسرا حصّہ اپنے اعمال کے محاسبہ کا اور اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت و صنعت میں غور و فکر کا، تیسرا حصّہ اپنی ضروریاتِ معاش حاصل کرنے اور طبعی ضرورتیں پورا کرنے کا۔

اور فرمایا کہ عقلمند آدمی پر لازم ہے کہ اپنے زمانے کے حالات سے واقف رہے اور اپنے مقصود کام میں لگا رہے اپنی زبان کی حفاظت کرے، اور جو شخص اپنے کلام کو اپنا عمل سمجھ لیگا اسکا کلام بہت کم صرف ضروری کاموں میں رہ جائیگا۔

صحفِ موسیٰ علیہ السلام کے مضامین | حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا کہ صحفِ موسیٰ علیہ السلام میں کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اُن میں سب عبرتیں ہی عبرتیں تھیں جن میں سے چند کلمات یہ ہیں:-

مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جس کو مرنے کا یقین ہو پھر وہ کیسے خوش رہتا ہے، اور مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہو وہ کیسے عاجز و درماندہ اور غمگین ہو اور مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو دُنیا اور اسکے انقلابات اور لوگوں کے عروج و زوال کو دیکھتا ہے وہ کیسے دُنیا پر مطمئن ہو بیٹھتا ہے، اور مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جس کو آخرت کے حساب پر یقین ہو وہ کیسے عمل کو چھوڑ بیٹھتا ہے، حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر یہ سوال کیا کہ کیا ان صحیفوں میں سے کوئی چیز آپکے پاس آنیوالی وحی میں بھی ہے آپنے فرمایا اے ابوذرؓ یہ آیتیں پڑھو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى، وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى، آخر سورۂ اعلیٰ تک (قرطبی)

تَمَّتْ سُوْرَةُ الْاَعْلٰى بِحَمْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَيْلَةَ يَوْمِ الْاَحَدِ ۱۸ شعبان ۱۳۹۱ھ